مقالات و مضامین

اعضاء کی پیوند کاری - اسلامی نقطۂ نظر

مولانا محمد رضی الرحمٰن صفی الرحمٰن قاسمی حیدرآباد

موجودہ دور میں میڈیکل سائنس نے خاصی ترقی کرلی ہے، وہ امراض جو پہلے لاعلاج سمجھے جاتے تھے، ان سے بھی شفایابی کے لیے دوائیں بن گئی ہیں اور نئے نئے طریقہائے علاج سے انسانیت استفادہ کررہی ہے، ان میں سے ایک، محفوظ طریقے سے وسیع پیمانہ پر اعضاء کی پیوندکاری بھی ہے، تاریخ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ محدود پیمانہ پر بعض اعضاء مثلاً دانت اور جسم کی کھال وغیرہ کی پیوندکاری کے ذریعہ علاج قدیم زمانے سے رائج ہے بلکہ بعض تاریخی روایات کے مطابق ہمارے ملک ہندوستان کو کھال کی پیوندکاری کے لیے ذریعہ علاج میں اولیت حاصل ہے۔ (تاریخ زرع الاعضاء فی الانسان، مجلۃ تاریخ العرب والعالم العدد: ۴۲، جمادی الثانیہ ص: ۳۶)

اعضاء کی پیوندکاری کے اقسام اور صورتیں:

اعضاء کی پیوندکاری کی بنیادی طریقہ پر چار صورتیں ہوتی ہیں (۱) جمادات ونباتات سے بنے ہوا اعضاء کو انسانی جسم سے جوڑنا (۲) حیوانات کے اعضاء سے پیوندکاری (۳) خود انسان کے اپنے اعضاء سے پیوندکاری (۴) کسی انسان کے جسم میں دوسرے کے اعضاء کی پیوندکاری۔

جمادات ونباتات سے بنے ہوئے اعضاء کی پیوندکاری:

جمادات ونباتات سے بنے ہوئے اعضاء کی پیوندکاری کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے جیسے لکڑی وغیرہ کا ہاتھ پاؤں لگالینا، پتھر وغیرہ کا دانت لگالینا وغیرہ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو انسانوں کے نفع کے لیے بنایا ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا(بقرۃ: ۲۹) اور انسانوں کے لیے ان اشیاء سے مباح فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیا ہے بلکہ بعض وہ نباتات وجمادات جن سے عام حالت میں استفادہ درست نہیں ان سے بنے ہوئے اعضاء کی پیوند کاری کو بھی شریعت نے جائز قرار دیا ہے، چناں چہ عام حالت میں مردوں کے لیے سونے کا استعمال درست نہیں لیکن صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی عرفجہ بن سعد کو سونے کی ناک بنوانے کا حکم دیا جب کہ ان کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تھی اور انہوں نے چاندی کی ناک لگائی تھی جس سے بدبو آنے لگی تھی۔

عن عرفجة بن سعد قال: اصيب انفی يوم الكلام فی الجاهلية فاتخذت انفا من ورق فانتن عليّ فامرنی رسول الله صلی الله عليه وعلی اٰله وسلم ان اتخذ انفاً من ذهب. (ترمذی، كتاب اللباس؛ رقم ۱۷۷۰، ابوداؤد باب الخاتم رقم: ۴۲۳۲).

حیوانات کے اعضاء کی پیوند کاری:

حیوانات کو بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے اور منفعت کے لیے پیدا فرمایا ہے چناں چہ ارشاد خداوندی ہے:
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاكُلُوْنَ. (النحل: ۵)

لہٰذا علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حیوانات کے اعضاء سے پیوند کاری درست ہے، البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر ماکول اللحم جانور کے اعضاء سے علاج ممکن ہو تو اسی کو استعمال کیا جائے، اگر اس کے اعضاء بوقت ضرورت فراہم نہ ہوسکیں یا ان سے علاج ممکن نہ ہو تو ان حیوانات کے اعضاء اور اجزاء کو استعمال کیا جائے جو ذبح کے ذریعہ پاک ہوجاتے ہیں، آخری صورت میں نجس العین جانور کے اعضاء واجزاء کے استعمال کی گنجائش ہے جب کہ علاج کے لیے وہی متعین ہوجائے۔ اس لیے کہ حلال وپاک اشیاء کے رہتے ہوئے ناپاک اشیاء سے علاج درست نہیں البتہ مجبوری اور ضرورت کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ **(الدر مع الرد: ۱/ ۳۶۰، ۲۲. باب المیاہ قبیل فصل فی البسر).**

انسان کی اس کے اپنے اعضاء سے پیوند کاری:

انسان کے اپنے کسی کٹے ہوئے عضو کو جوڑ دینے یا اس کے کسی عضو یا جز کو ایک جگہ سے لے کر خود اسی کے جسم میں دوسری جگہ پیوند کاری کرنے کے سلسلے میں فقہاء کے دو نقاط نظر ہیں: حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اسے ناجائز سمجھتے ہیں، اس لیے کہ عضو، جسم سے جدا ہوجانے کے بعد میت اور مردار کے حکم میں ہوجاتا ہے لہٰذا اسے دفن کرنا واجب ہے، جس طرح کے خود انسان مرجائے تو اسے دفن کردینا واجب ہوجاتا ہے عضو کے دوبارہ استعمال میں اس سے انحراف پایا جاتا ہے۔

(فاذا انفصل استحق الدفن کله، والاعادة حرف له عن جهة الاستحقاق، بدائع: ۳۱۶/۴ آخر کتاب الاستحسان)

یہی رائے حضرت امام شافعیؒ کی ہے، (روضۃ الطالبین: ۹/ ۱۹۷) اور یہی حضرت امام احمدؒ کا ایک قول ہے (المغنی: ۱/ ۵۴۳) دوسرا نقطۂ نظر اس کے جواز کا ہے، یہ احناف میں سے حضرت امام ابویوسفؒ کا مذہب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اعضاء انسانی سے انتفاع کے درست نہ ہونے کی وجہ تکریم انسانیت ہے، یعنی اس سے انتفاع انسانیت کی توہین ہے لیکن اپنے عضو سے انتفاع میں کوئی توہین نہیں پائی جاتی ہے۔

ان استعمال جزء منفصل عن غیره من بنی آدم اهانة بذلک الغیر والآدمی بجمیع اجزائه مکرم ولااهانة فی استعمال جزء نفسه فی الاعادة إلی مکانه (بدائع: ۳۱۶/۴)

حنابلہ کی یہی مفتی بہ رائے ہے (المغنی: ۱/ ۵۴۳) شوافع میں سے ماوردی اور نووی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے (مغنی المحتاج: ۱/ ۹۰۔ الحاوی الکبیر: ۱/ ۵۸) بعض دلائل کی بنیاد پر دوسرا قول پہلے کے مقابلہ میں راجح معلوم ہوتا ہے۔

اب حضرت قتادہ کی حدیث ہے کہ ایک جنگ میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل آیا وہ اسے ہاتھ میں لے کر اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کیا، اللہ کے رسول نے صبر کی تلقین فرمائی، لیکن انہوں نے ایک عذر بیان کرکے یہ فرمایا کہ اس کا صحیح ہوجانا میں اپنے لیے زیادہ مفید سمجھتا ہوں چناں چہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے

آنکھ کے ڈھیلے کو اس کے حلقے میں رکھ دیا اور وہ آنکھ صحت مند ہوگئی۔

عن قتادة انه قال: كنت يوم احد أتقي السهام بوجهي عن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان اٰخرها سهماً ندرت منه حدقتي فاخذتها بيدي وقلت: يارسول الله! ان لي إمرأة احبها واخشى ان تراني تقذريني قال إن شئت صبرت ولک الجنة وان شئت ردتها ودعوتُ الله تعالىٰ لک فقال: يارسول الله! ان الجنة لجزاء جميل وعطاء جليل واني مغرم بحب النساء واخاف ان يقلن اعور فلايردنني ولكن تردها وتسأل الله تعالىٰ لي الجنة فردها ودعالي بالجنة (السيرة الجليسة: ۲/۲۵۲. طبقات ابن سعد: ۱/۱۲۵)

عضو کے جسم سے جدا ہونے کے بعد اگر اس کو جوڑنا اور اس کو پیوند کاری درست نہیں ہوتی، تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قتادہ کے آنکھ کے ڈھیلے کو اس کے حلقہ میں نہیں رکھتے بلکہ اسے دفن کر دینے کا حکم فرماتے۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ کٹے ہوئے عضو کو مردہ انسان پر قیاس کیا گیا ہے کہ جس طرح وہ واجب الدفن ہے، اسی طرح کٹا ہوا عضو بھی واجب الدفن ہے لیکن اگر کوئی انسان معجزہ یا کرامت کے طور پر دوبارہ زندہ ہو جائے تو کیا پھر بھی وہ واجب الدفن ہوگا؟ یقیناً نہیں لہذا جب کٹے ہوئے عضو کی پیوند کاری کی جاتی ہے اور وہ جسم کا ایک حصہ بن جاتا ہے، تو وہ بھی میت کے حکم میں باقی نہیں رہتا ہے بلکہ وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا کہ اسے جسم سے جدا ہی نہیں کیا گیا ہو، لہذا اسے بھی واجب الدفن نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی اس کی پیوند کاری کو جہت استحقاق سے پھیرنا قرار دیا جانا چاہئے علامہ شامیؒ نے اسی طرح کی بات شرح مقدسی کے حولہ سے نقل فرمائی ہے: **وفي شرح المقدسي؛ قلت والجواب عن الاشكار أن اعادة الاذن وثباتها انما يكون غالباً بعود الحياة اليها فلايصدق انها مما ابين من الحي لانها بعود الحياة اليها صارت كانها لم تُبن ولو فرضنا شخصا مات ثم اعيدت حياته معجزة او كرامة لعاد طاهراً (رد المحتار: ۱/۳۶۱، كتاب الطهارة باب المياه)**

فتویٰ اس سلسلے میں دوسرے ہی قول پر ہے اور عام طور سے فقہاء نے اسی کو اختیار کی ہے۔

انسان کے اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری:

اعضاء کی پیوند کاری کی چوتھی صورت یہ ہے کہ ایک انسان کے عضو کی دوسرے کے جسم میں پیوند کاری کی جائے، اس سلسلے میں بھی علماء کے دو نقاط نظر ہیں، ایک بڑی جماعت چند شرائط کے ساتھ اس کے جواز کی قائل ہے اور علماء کی ایک معتد بہ تعداد اس کے عدم جواز کی بھی رائے رکھتی ہے، فریقین میں سے کس کی رائے مزاج شریعت کے زیادہ موافق ہے؟ اور اس میں شرعی دائرے میں رہتے ہوئے لوگوں کی ضرورت کو بھی زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے؟ اس کو جاننے کے لیے چند باتوں کی توضیح ضروری ہے، اس لیے کہ ان ہی امور میں اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ میں دو نقاط نظر ہوئے ہیں: (۱) کیا انسان کا کٹا ہوا عضو ناپاک ہے؟ (۲) انسان کو اپنے جسم میں کس قدر تصرف کا اختیار ہے؟ (۳) کیا انسان کے عضو کی پیوند کاری اس کی توہین ہے؟ کیا ضرورت کے وقت بھی اس کی گنجائش نہیں؟

اب جہاں تک انسان کے کٹے ہوئے عضو کی پاکی وناپاکی کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں مالکیہ کا مسلک (الشرح الکبیر: ۱/۵۴) حنابلہ کی مفتی بہ رائے (المغنی: ۱/۵۴۳) اور شوافع میں سے ماوردی اور نووی کا مسلک (حاوی کبیر: ۱/۵۸۔ مغنی المحتاج: ۱/۸۰) اس کی پاکی کا ہے، احناف کے یہاں تفصیل یہ ہے کہ جن اعضاء میں خون نہیں سرایت کرتا ہے، مثلاً ہڈی، بال وغیرہ وہ ہر صورت میں پاک رہتے ہیں البتہ وہ اعضاء جن میں بہنے والا خون رہتا ہے کٹنے کے بعد ناپاک ہوجاتے ہیں (بدائع: ۱/۱۹۹-۲۰۰) احناف کے یہاں ایک قول دوسرے قسم کے اعضاء کے بھی کٹنے کے بعد پاکی کا ہے۔ **اختلف فی اذنه ففی البدائع نجسة وفی الخانية لا (الدر المختار مع الرد: ۱/۱ ۳۶، کتاب الطهارة باب المیاه)**

ایک تیسرا قول یہ بھی ہے کہ کٹے ہوئے اعضاء خود ان کے حق میں جن کے اعضاء ہیں، پاک ہیں دوسروں کے حق میں ناپاک ہیں (حوالہ سابق) دوسرے قول کے مطابق کہ اعضاء کٹنے کے بعد بھی پاک ہی رہتے ہیں، اعضاء کی پیوند کاری کو تداوی بالنجس کہہ کرنا جائز نہیں کہا جاسکتا، پہلے قول کے مطابق بھی، جسے راجح قرار دیا گیا ہے۔ اعضاء کی پیوند کاری کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے، اس لیے کہ فقہاء نے مضطر سے متعلق آیات اور حدیث عرفجہ وغیرہ کی وجہ سے ضرورت اور مجبوری کے وقت تداوی بالنجس کو جائز قرار دیا ہے: **یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم ان فیه شفاء ولم یجد من المباح مایقوم مقامه وان قال الطبیب: یتعجل اشفائک فیه وجهان (الکفایة بهامش الفتح: ۸/۱ ۵۰)**

۲- انسانی جسم انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے، وہ اس کا مالک نہیں بلکہ امین ہے، لیکن یقیناً امین ہونے سے مراد فقہ کی اصطلاح والا امین نہیں ہے، کیوں کہ اسے مال امانت میں کسی طرح کے تصرف کی قطعاً اجازت نہیں ہوتی ہے اور انسانوں کے ساتھ اس کے جسم کے تعلق سے ایسا معاملہ نہیں ہے بلکہ بعض تصرف کی اسے اجازت ہے اور بعض کی ممانعت ہے، چناں چہ انسان کو اس بات کی اجازت ہے کہ ہاتھوں سے کام کرے، پاؤں سے چلے، کانوں سے سنے اور دوسرے اعضاء کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کرے، چناں چہ احکام شرعیہ کی روشنی میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ امین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے جسم میں ایسے تصرف کا اختیار نہیں ہے جو اس کے لیے مضر اور جان لیوا ہو، چناں چہ خودکشی شرعاً ممنوع ہے: **ولاتقتلوا انفسکم (نساء: ۲۹)** موجب ہلاکت عمل حرام ہے: **ولاتَلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (بقرة: ۱۹۵)** غیر مضر تصرف جیسا کہ ذکر کیا گیا- ممنوع نہیں- یہ تو عمومی احوال کا حکم ہے، خصوصی احوال کے سلسلے میں ہمیں اس حدیث سے روشنی ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اہل وعیال یا مال کی حفاظت کی خاطر مزاحمت کرے اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، تو وہ شہید ہے: **من قُتل دون اهله فهو شهید ومن قتل دون ماله فهو شهید (ترمذی، کتاب الدیات، حدیث نمبر: ۱۴۲۱)** باوجودیکہ اس شخص نے ایسا کام کیا جو موجب ہلاکت ثابت ہوا، مگر اسے ممنوع نہیں بلکہ محمود قرار دیا گیا، شریعت کے ان جیسے احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ سخت ضرورت کے وقت انسان کے ایسے عضو کی منتقلی کے ذریعہ دوسرے کی جان بچالینا جس کی منتقلی موجب ہلاکت یا سخت ضرر کا باعث نہ ہو، کیا شرعاً تصرف غیر محمود ہے؟ آگ میں جھلستے ہوئے شخص کو اپنا ایک ہاتھ ضائع کرکے بچانا ممکن ہو تو کیا اسے بچایا جائے گا یا جھلستا

چھوڑ دیا جائے گا؟ الغرض عام حالت میں معمولی مضر تصرف کی بھی گنجائش نہیں ہے، البتہ خصوصی احوال میں شریعت نے کچھ بلکہ بہت حد تک معاملہ میں نرمی رکھی ہے۔

۳- تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ظاہری ومعنوی ہر اعتبار سے دوسری مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے چناں چہ اسے سب سے اچھے سانچے میں ڈھالا ہے (التین: ۴) اور اسے شرافت وکرامت سے سرفراز فرمایا ہے: **وَلَقَدْ كَرَّمنَا بَنِىٓ اٰدَمَ (الاسراء: ۷۰)** چناں چہ یہ بات یقیناً انسانی شرافت وکرامت کے منافی ہے کہ جس طرح دوسری اشیاء اور مخلوقات سے انسانوں کو استفادہ کی اجازت دی گئی ہے، اسی طرح اس کے اعضاء سے بھی انتفاع کیا جائے اور اس کے اجزاء کو استعمال کیا جائے، لہذا فقہاء نے اسی طرح کی آیات واحادیث کی روشنی میں انسانی اعضاء اور اس کے اجزاء سے انتفاع کو حرام قرار دیا ہے۔

الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز، لنحاسته وقیل للکرامة وھو الصحیح (المبسوط: ۱۲۵/۱۵) نیز دیکھئے **منحة الخالق علی البحر: ۱۸۰/۱، کتاب الطھارة)**.

یہ ایک عمومی حکم ہے البتہ اس میں بھی مستثنیات ہیں، چناں چہ بچے کی زندگی کے تحفظ کے لیے عورت کا دودھ- جو کہ اس کا جز ہے، کو پلانا درست ہے، نکاح کے ذریعے عورت کے اعضاء سے نہ صرف انتفاع کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، کیوں کہ نسلِ انسانی کی بقاء کے لیے یہ ایک ضرورت ہے، ان جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام حالت میں تو انسانی اعضاء واجزاء سے انتفاع درست نہیں ہے، لیکن ضرورت کی وجہ سے **"الضرورات تبیح المحظورات"** کے قاعدے کے مطابق شرعاً اس کی اجازت ہے اور ایسے موقعہ پر کرامت کے پہلو پر ضرورت کو ترجیح حاصل ہوگی، خاص طور سے جب حفظ جان کا مسئلہ ہو، تو اس کے لیے دوسرے انسان کی تکریم کو یقیناً نظرانداز کر دیا جائے گا، چناں چہ علامہ سمرقندی رقم طراز ہیں: **لو ان حاملاً ماتت وفی بطنھا ولد یضطرب فان کان غالب الظن انه ولد حی وھو فی مدة یعیش غالباً فانه یشق بطنھا لان فیه احیاء الآدمی فترک تعظیم الآدمی اھون من مباشرة سبب الموت (تحفة الفقھاء: ۳۴۲/۳)**

الحاصل اصل تو کرامت کی وجہ سے اعضاء واجزاء انسانی سے انتفاع کا ناجائز ہونا ہے، البتہ ضرورت کی وجہ سے خاص کر انسانی جان کی بقاء کے لیے غیر مضر انتفاع کی گنجائش ہے، چناں چہ فقہی قاعدہ ہے: **یختار اھون الشرین** لہذا کرامت کو بنیاد بنا کر اعضاء کے پیوندکاری کے عدم جواز کی بات درست نہیں معلوم ہوتی ہے۔

۴- چوتھی بات یہ ہے کہ حرام کا وسیلہ اور اس تک پہونچانے کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے، چناں چہ اجنبیہ سے جنسی تعلق حرام ہے، تو اس کی طرف دیکھنا، اسے چھونا اور بوس وکنار بھی ممنوع ہے کیوں کہ یہ سب اس کے وسیلے ہیں، یہ اندیشہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اطلاعات کے بہ موجب یہ ہو بھی رہا ہے کہ پیوندکاری کے لیے اعضاء کی فراہمی کی خاطر بعض خدا ناترس افراد اور سماج دشمن عناصر انسانی جان تک لے لیتے ہیں تا کہ اس کے اعضاء فروخت کر کے دنیا کے حقیر ٹکے حاصل کر لیں، سوال یہ ہے کہ کیا اعضاء کی پیوندکاری کا جواز اس کے لیے ایسا سبب ہے جو سدِ ذریعہ کے تحت آتا ہو؟

ذرائع کے احکام: حکم کے اعتبار سے ذرائع کے چار درجات کئے گئے ہیں:

۱- وہ جو یقینی طور پر کسی شرعی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو، جیسے کسی کے دروازے پر کنواں کھودنا۔

۲- جوشاذ ونادر مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو جیسے ایسی جگہ کنواں کھودنا جو شاہراہ عام نہ ہو۔

۳- جن کے ذریعہ مفسد بننے کا غالب گمان ہو، جیسے زمانہ جنگ میں اسلحہ فروخت کرنا۔

۴- جو مفسدہ کا بہ کثرت ذریعہ بنتے ہوں لیکن نہ اتنا زیادہ کہ اکثر بنے اور نہ اتنا کم کہ کبھی کبھی بنے۔(الموافقات:۲/۲۴۲)

ظاہر ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری کا جواز انسانی قتل کے لیے زیادہ سے زیادہ ذریعہ کے چوتھے درجہ کے تحت آئے گا اور اس کے امام صاحب اور امام شافعیؒ غیر معتبر ہونے کے قائل ہیں یعنی یہ ممنوع نہیں ہے(اصول الفقہ الاسلامی:۲/۸۸۶) لہٰذا اعضاء کی پیوند کاری کے ناجائز ہونے کی یہ بھی وجہ نہیں بن سکتی ہے۔

خلاصۂ بحث: اس پوری تحقیق کے بعد یہ حقیر جس نتیجے پر پہونچا ہے وہ یہ ہے۔

(الف) جمادات ونباتات سے بنے ہوئے اعضاء کی پیوند کاری کی جائے

(ب) اگر جمادات ونباتات سے علاج ممکن نہ ہو تو حیوانات کے اعضاء سے پیوند کاری کی جائے۔

(ج) اگر حیوان کے اعضاء سے بھی علاج ممکن نہ ہو تو آخری درجہ میں انسانی اعضاء سے پیوند کاری کی درج ذیل شرائط کے ساتھ گنجائش ہے۔

۱- ماہر اطباء نے یہ بتادیا کہ علاج کی بس یہی صورت رہ گئی ہے تاکہ ضرورت کا تحقق ہوجائے۔

۲- عضو دینے والا اگر زندہ ہو تو اس نے اس کی اجازت دی ہو اس لیے کہ قاعدہ ہے: **الاضطرار لایبطل حق الغیر**۔

۳- ایسا عضو لیا جائے جس کا لینا عضو دینے والے کے لیے مہلک یا ضرر شدید کا باعث نہ ہو اور نہ ہی اس سے تغیر خلق اللہ لازم آئے، جیسے گردے، رگ وغیرہ لیے جاسکتے ہیں، دل، آنکھ وغیرہ نہیں اس لیے کہ ایک ضرر کو دوسرے مساوی ضرر سے دفع نہیں کیا جائے گا: **ان الضرر لایزال بمثلہ ولا بماھو اشد منہ**۔

۴- اگر عضو مردہ کا لیا جائے تو شرط ہے کہ اس نے زندگی میں اس کی اجازت دی ہو، اس لیے کہ اضطرار کی وجہ سے بھی حق غیر باطل نہیں ہوتا ہے، البتہ مردہ کے دل، آنکھ وغیرہ کو بھی لیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ اخف ضرر کا اشد ضرر کو دور کرنے کے لیے تحمل کیا جاسکتا ہے۔

مکہ فقہ اکیڈمی جدہ، فقہ اکیڈمی انڈیا نے بھی علماء کی ایک بڑی تعداد کے اتفاق کے ساتھ اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے جواز کا فیصلہ کیا ہے۔

(د) ضرورت کے وقت اعضاء کی خریداری کی گنجائش ہے جب اس کے فراہمی کی دوسری صورت نہ ہو، البتہ اسے فروخت کرنا درست نہیں؟ اس لیے کہ ایسی اشیاء جن سے ضرورتاً انتفاع مباح ہو، مثلاً عورت کا دودھ وغیرہ اس سلسلے میں حنفیہ کا اصول یہی ہے کہ اس کو سخت حاجت کے وقت خریدا جاسکتا ہے، فروخت نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ھذا ماعندی– واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم